

اسلام اور تفریحات

قسط اول

مولانا مفتی نعمت اللہ حقانی

مدرس جامعہ المرکز الاسلامی بنوں

اسلام ایک مستقل دین اور مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق بہترین تعلیمات اور رہنما ہدایات موجود ہیں۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں سے تفریحات بھی ایک شعبہ ہے، اسلام اس کے حوالے سے جائز تفریحات کے اجازت دیتا ہے۔ چونکہ آج کے دور میں لوگوں نے تفریح کو زندگی کا ایک مستقل مشغلہ بنا لیا ہے یہاں تک کہ فرائض شرعی اور ضروریات زندگی بھی اس محبوب مشغلے کے نذر ہو جاتے ہیں۔ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اس موضوع کے متفرق انواع میں جائز و ناجائز، حرام و مکروہ، پسند اور ناپسند، مباح اور خلاف اولیٰ کے تمیز کر کے اس کا شرعی حکم واضح کیا جائے۔ درج ذیل میں ہم قارئین کیلئے مذکورہ مقالے کی پہلی قسط پیش کرتے ہیں، امید ہے حظ وافر حاصل کریں گے۔ (ادارہ)

فہرست ذیلی عنوانات مقالہ

- (1) اسلام اور فطری تقاضے
- (2) تفریحات کے بارے میں اصولی ضابطہ
- (3) اسلامی کھیل اور لہو و لعب
- (4) لہو و لعب کی تعریف
- (5) اسلامی کھیل کا قرآن مجید سے ثبوت
- (6) مباح کھیل کے جواز پر عقلی دلیل
- (7) اسلام اور تفریحی شعر و شاعری
- (8) شعر محمود اور اس کے حدود و جواز

تمہید:-

اسلام دین فطرت ہونے کے اعتبار سے نوع انسانی کیلئے مکمل ضابطہ حیات ہے اور زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ انسانی زندگی میں تفریحات کا بھی ایک مقام ہے۔ اس سے آدمی فرحت اور خوشی محسوس کرتا ہے۔ تفریح کا ایک بڑا ذریعہ کھیل کود ہے۔ ہر قوم کے مخصوص کھیل کود ہوتے ہیں اب تو بعض کھیل بین الاقوامی حیثیت اختیار کر چکے ہیں خصوصاً بچوں کو کھیل کود سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے یہ ان کی عمر کا ایک فطری تقاضا ہے لیکن اس میں زیادہ شغف اور انہماک سے زندگی کے اعلیٰ مقاصد نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں اسلئے بہت سے لوگ کھیل کو پسند نہیں کرتے اور بچوں کو باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن بچوں کو کھیل کود کرنے کا موقع دینا چاہئے کیونکہ اس سے صحت اور تندرستی پر خوشگوار اثرات پڑتے ہیں، جو بچہ کھیل سے دور رہتا ہے یا دور رکھا جاتا ہے اسکی صحیح نشوونما نہیں ہو پاتی وہ کمزور صحت کے ساتھ میدان عمل میں آتا ہے اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بچہ بہت سی باتیں اپنے ہجولیوں کے ساتھ کھیل کود میں سیکھتا ہے اس میں صبر نظم و ضبط جرات اور مسابقت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے یہ چیز کسی اور ذریعہ سے مشکل ہی سے پیدا کی جاسکتی ہے۔

اسلام اور فطری تقاضے :-

حقیقت یہ ہے کہ اسلام دین فطرت ہونے کے اعتبار سے اسلام انسانوں کی فطرت اور طبائع کا پورا پورا لحاظ کرتا ہے اور وہ انہیں عبادات و فرائض کے ساتھ ساتھ تفریحی مشاغل کی بھی حدود کے اندر اجازت دیتا ہے۔ دنیا سے مکمل احتراز ناممکن ہے، بلکہ حسب ضرورت اس سے تمتع جائز ہے اسلئے کہ دنیا کی نعمتیں اور چیزیں خالق کائنات نے فضول ہی پیدا نہیں کی ہیں کہ انہیں ضائع کر دیا جائے، بلکہ اسلئے پیدا کی ہیں کہ انسان اس سے فائدہ اٹھائے اور ان نعمتوں سے سرشار ہو کر اپنے مقصد، عبادت الہی اور اعلائے کلمۃ الحق کی تکمیل کرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: *وهو الذى خلق لكم ما فى الارض جميعا (البقرہ ۲۹)* اور وہی خدا ہے جس نے تمہارے لئے جو کچھ بھی زمین میں ہے پیدا کیا ان چیزوں کو استعمال میں لانے اور انہیں ضیاع سے بچانے کیلئے انسان میں ایسے مطالبات رکھے گئے ہیں کہ وہ لازماً انہیں استعمال کرے اور انسانیت ارتقاء کی راہ پر گامزن ہو جائے ظاہر ہے کہ اگر انسان میں بھوک پیاس شہوت و آرام تفریحات و تسکینات حسن و جمال کی چاہت اور مال و دولت کی محبت نہ ہوتی تو یہ کائنات اجڑ کر رہ جاتی، اس لئے کہ انسانی جسم روح اور مادہ سے مرکب ہے اور یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں صرف روح کو پالنا اور مادیت کو چھوڑنا رہبانیت ہے جبکہ دوسری طرف مادیت پر چلنا اور روحانیت کو چھوڑنا نفس پرستی ہے اور یہ دونوں شریعت میں ناجائز ہیں بلکہ شریعت مدنیت اور معاشرت صالحہ کی داعی اور خواہاں ہے اسلام میں فطری تقاضوں کی تکمیل کے لئے ہر اس چیز کا استعمال اور ہر وہ طریقہ اختیار کرنا حرام ہے جو انسان کے مقاصد زندگی سے ٹکراتا ہو اور جو احکام الہی کے خلاف ورزی اور معاشرے میں خرابی پھیلانے کا باعث بن جائے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اور زندگی کی ہر شعبے کے بارے میں اس نے واضح ہدایت دی ہیں، چنانچہ اسلام کی اپنی جداگانہ، معاشی، سیاسی، معاشرتی، دینی، سماجی اور اخلاقی تعلیمات ہیں، جن کا رنگ دنیا کے تمام دوسرے طرز ہائے زندگی سے مختلف ہے ان تمام شعبوں کی تعلیمات

واحکام کا مجموعہ ہی درحقیقت کامل اسلام کا روپ دھارتا ہے اور کسی شعبے کی بھی کسی بنیادی تعلیم کو نظر انداز کرنا تمام شعبہ ہائے زندگی کو متاثر کرتا ہے، اب یہ کہ ان فطری تقاضوں کی تکمیل کیلئے کسی بھی ایسے فعل کو اختیار کرنا جائز نہیں جو اسلام کے بیان کردہ مختلف شعبہ ہائے زندگی کے بنیادی اصولوں سے ٹکراتا ہو اور جس سے اسلامی طرز زندگی میں بگاڑ پیدا ہونے کا خدشہ ہو یہ تو مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک مکمل ضابطہ حیات وہی ہو سکتا ہے جس میں انسانی طبیعت کے مطابق فرحت و نشاط کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہو، اسلئے اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ سامان تفریح انسان کی قوت کار میں اضافہ کا ذریعہ بنتے ہیں اور ایک تھکے ماندے شخص میں عمل کی نئی روح پھونکتے ہیں اسلام نے اسی قسم کی تفریح کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ہدایت دی ہے ارشاد گرامی ﷺ ہے روحوا القلوب ساعة فساعة اخرجہ ابو داؤد فی مراسیلہ عن ابن شہاب مرسل (الجامع الصغیر) دلوں کو وقفہ بوقفہ آرام دیا کرو۔

اور اسی طرح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہل کان معکم من لہو فان الانصار یحبون اللہو (راوہ الحاکم) اسی طرح حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ سے مروی ہے القلب یمل کما تمل الابدان فاطلبوا لہا طرائق الحکمۃ دل تھک جاتا ہے جیسا کہ بدن کو تھکاؤٹ محسوس ہوتی ہے اس تھکاؤٹ کے ازالے کیلئے حکمت کے راستے تلاش کرو اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اس نے قرآن اور سنت میں زیادہ باتیں شروع کرنے لگے تو جو اسکے پاس تھے ان کو کہا اخصمضوا بنا ای غوصوا فی الشعر والأخبار ہمیں کچھ شعر اور اخبار سنا دیجئے

تفریحات کے بارے میں اصولی ضابطہ :-

یہ بات بخوبی واضح ہے کہ انسان کے لئے معاش میں ترین بدن اور تفریح طبع وقفہ بوقفہ ضروری ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کھیل کسی دینی یا دنیاوی مقصد کے لئے جبکہ حدود شریعت میں ہو جائز اور مباح کے درجہ پر فائز ہے جیسا کہ احادیث میں سباحت رمایت انتقال بالقوس گھوڑ دوڑ میں مسابقہ اور ملاعبہ مع الابل، مروی ہے، علماء احناف کے نزدیک اس باب میں ضابطہ یہ ہے کہ لہو مجرد جس کے تحت کوئی فائدہ اور غرض صحیح فی المعاش نہ ہو تو اس طرح کھیل حرام یا مکروہ تحریمی ہے وعلیہ الاجماع اور جس کھیل میں غرض صحیح فی المعاش اور مصلحت دینی یا دنیاوی ہو تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس کے ممانعت پر کتاب و سنت اور فقہ اسلامی سے نہی وارد ہو تو اس قسم کا کھیل حرام ہے، مثلاً زرد شیر وغیرہ اور اس قسم کے کھیل کی حرمت کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں

(۱) اسمیں ستر کھولا جاسکتا ہو

(۲) اس کھیل میں کفار کی نقالی کی جارہی ہو

(۳) مردوزن کا مخلوط اجتماع ہو

(۴) موسیقی کا اہتمام کیا گیا ہو

(۵) حقوق واجبہ اور فرائض لازمہ سے غافل کر نیوالا ہو۔

اسی وجہ سے امام بخاریؒ نے اس پر مستقل باب قائم کیا ہے فرماتے ہیں کل لہو باطل اذا شغله عن طاعة الله یعنی ہر وہ کھیل جب انسان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دے تو وہ باطل ہے یعنی گناہ ہے حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ کوئی بھی شخص کسی ایسی چیز میں ایسی مشغولیت اختیار کرے کہ اسکے وجہ سے فرائض کی ادائیگی میں غفلت پیدا ہو جائے خواہ وہ چیز شرعاً جائز ہو یا ناجائز مثلاً کوئی شخص عمداً نفل نماز، تلاوت قرآن، ذکر اللہ یا کتاب اللہ میں ایسی مشغول ہو جائے کہ فرض نماز بھی قضاء ہو جائے تو یہ بھی لہو میں داخل ہوگا (فتح الباری ج: ۱۱/ص: ۹۱)

(۶) یادہ کھیل جو اور قمار پر مشتمل ہو وہ اگر فی نفسہ جائز ہو لیکن جوئے اور قمار کے وجہ سے ناجائز ہوگا (۲) دوسرے قسم وہ کھیلیں ہیں جس پر نبی کتاب و سنت سے وارد نہ ہو تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ان میں مشغولیت بہ نیت تلمیسی اور تلعب ہو اور محض وقت گزارنے کیلئے ہو تو یہ بھی حرام اور ناجائز ہوگا اسلئے کہ یہ زندگی کے قیمتی لمحات کو ایک لغو کام میں ضائع کرنا ہے اور اگر جلب منفعت اور حصول مصلحت کے بنیاد پر کھیلا جائے تو یہ مباح بلکہ کبھی مستحب کے زمرے میں شمار ہوتا ہے اور اسکی کئی صورتیں ہیں مثلاً وہ کھیل کسی نیک کام کیلئے معاون اور مساعد ہو جیسے جسمانی ورزش اور ترمین بدن کے بنیاد پر کھیلا جائے تاکہ دشمن کے مقابلے میں خوب لڑ سکے یا ہتھیاروں کا مقابلہ اور پیدل گھوڑ دوڑ یا بدن کی تھکان دور کرنے کے لئے ہو بشرطیکہ ان میں غلو (حدود سے تجاوز) نہ کیا جائے کہ انھیں مشغلہ بنالیا جائے اور ضروری کاموں میں ان سے حرج پڑے تو ایسا کھیل شرعاً مباح ہے وارا اگر دینی ضرورت کی نیت سے ہو تو باعث ثواب بھی ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ کھیل کو نہ مطلقاً جائز ہے اور نہ علی الاطلاق ممنوع ہے روایات حدیث اور فقہاء امت کے نصوص کھیل کے بارے میں مذکورہ چھ شرائط میں سے ایک کی موجودگی میں بھی اسکو ممنوع قرار دیتے ہیں اور اسکے نہ پائی جانی کی صورت میں جائز قرار دیکر مباح شمار کرتے ہیں (اقتباس از تکریم ج: ۴، ص: ۴۳۵)

اسلامی کھیل اور لہو و لعب :-

لعب کی تعریف :- قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے (انما الحیوة الدنیا لعب ولہو) لعب کہتے ہیں ایسے کام کرنا اور ایسی حرکتیں کرنا جو بیکار ہوں جیسے بچے کرتے ہیں، بچوں کی عادت کیا ہوتی ہے؟ کچھ توڑ دیا کچھ پھوڑ دیا، ادھر سے ادھر کر دیا۔ بچپن کے جو کھیل تماشے ہوتے ہیں اس کو لعب کہتے ہیں۔

لہو کی تعریف :- پھر اس کے بعد اس سے بڑی عمر آتی ہے بچے کھیل کود کے میدان میں نظر آتے ہیں جوانی کا جوش ہوتا ہے ان کے کھیل میں مستی آ جاتی ہے اسکو (لہو) کہتے ہیں ان میں جسمانی ورزش مقصود ہوتی ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہو۔

اسلامی کھیل کا قرآن مجید سے ثبوت :-

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اس ارشاد باری تعالیٰ کے تحت فارسلہ معنا غداً یروع ویلعب (سورہ یوسف) فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ سے سیر و تفریح اور آزادی سے کھانے پینے کھیلنے کودنے کی اجازت مانگی گئی، حضرت یعقوبؑ نے ان کو اس کی کوئی ممانعت نہیں فرمائی صرف یوسفؑ کو ساتھ بھیجنے میں تردد کا اظہار کیا جو اگلی آیت میں آئے گا اس سے معلوم ہوا کہ سیر و تفریح کھیل کود جائز حدود کے اندر مباح ہیں

احادیث صحیحہ سے بھی اسکا جواز معلوم ہوتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کھیل میں کسی ناجائز فعل کی آمیزش نہ ہو (معارف القرآن)

مباح کھیل کے جواز پر عقلی دلیل :-

کھیل اور تفریح سے دل کو راحت ملتی ہے اور فکر کا بوجھ اہلکا ہوتا ہے اگر دلوں سے زبردستی کام لیا جائے تب بھی کام دیں گے ان کو راحت دینے سے اس بات کی اعانت ہے کہ اچھی طرح مجبٹ کے ساتھ یوں جیسا کہ تعطیل یوم الجمعہ سے جمل پر اعانت ہوتی ہے اور کھیل محنت اور جدوجہد پر اعانت کرتا ہے تو عقل بھی اس کی متقاضی ہے کہ جو کھیل تھکاوٹ اور ماندگی کو دور کریں وہ ممنوع نہ ہوگا۔

اسلام اور تفریحی شعر و شاعری کا مقام :-

نصوص قرآنی اور فرمودات نبویؐ کی روشنی میں شعر کی دو قسمیں ہیں محمود اور مذموم شعر مذموم کے بارے میں قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ (سورۃ الشعراء) اور شاعروں کی بات پر طلیں وہی جو بے راہ ہیں یعنی شاعر نے جو مضمون پکڑ لیا اسی کو بڑھاتے چلے گئے کسی کی تعریف کی تو آسمان پر پہنچا دیا، مذمت کی تو ساری عیوب اکمیں جمع کر دیئے موجود کم و کم اور معدوم کو موجود ثابت کرتا ہے ان کے باتیں ہاتھ کا کھیل ہے غرض جھوٹ، مبالغہ اور تخیل کے جس جنگل میں داخل ہو گئے پھر مڑ کر نہیں دیکھا اسلئے شعر کی نسبت مشہور ہے (اکذبا احسنہ) اسلام اکثر فنون لطیفہ عموماً شعر و شاعری کا زیادہ قدردان نہیں ہے اور نہ شاعروں کی ہمت افزائی کرتا چاہتا ہے، اسلئے کہ عام شاعری میں بجز خیال آرائی اور مبالغہ آمیزی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا، اسی حوالے سے صاحب تفسیر احمدی فرماتے ہیں قولہ اعلم ان الآيات الدالة على تقبيح الشعر اكثر من ان يحصى اسی طرح دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وما علمنه الشعر وما ينبغي له (سورۃ یس) ترجمہ: اور ہم نے ان کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ ہی یہ ان کے شایان شان ہے اس آیت کے تحت صاحب روح المعانی فرماتے ہیں (قولہ وفي الآية غضاضة الشعر وهي ظاهرة في انه ﷺ لم يعط طبعية شعرية اعتناء بشانہ روح المعانی ج ۲۲ ص ۲۷) یہ آیت شعر کی قباحت پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ حضور ﷺ کو شاعرانہ مزاج نہیں عطا کیا گیا تھا۔

اسی طرح ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے عن سعد بن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ لأن يمتليء جوف احدكم قبحاً يريه خير من ان يمتليء شعراً (رواه مسلم) ترجمہ حضرت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ آپ میں کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یہاں تک کہ اس کے پھپھہ پڑے تک پہنچ جائے یہ اس کے حق میں بہتر ہے کہ اپنا پیٹ شعر سے بھر لے۔

اس حدیث اور آیات مذکورہ بالا کے رو سے شعر مذموم کے مواقع حسب ذیل ہیں

(۱) کہ شعر گوئی یا شعر خوانی میں ایسا مصروف ہو جائے کہ علوم شرعیہ، فرائض لازمہ اور حقوق واجبہ کی ادائیگی کے لئے فرصت

نہ پاوے تو ایسے شعر کا سننا اور پڑھنا جائز نہیں ہے

(۲) وہ شاعری جو زمانہ جاہلیت کے احساسات اور جذبات سے سرشار ہو، (۳) جس شعر میں کسی کی غیبت کی گئی ہو یا کسی پر

بہتان لگائی گئی ہو یا کسی حرام فعل پر اسکا یا گیا ہو شراب و کباب کی ترغیب کی گئی ہو، عورتوں کے حسن و جمال بیان کر کے شہوت کو ابھارا

گیا ہو رسول اللہ ﷺ یا آپؐ کے صحابہ کرامؓ کے بارے میں کوئی ناروا بات کہی گئی ہو یا اس قسم کے اور ناجائز بات اس میں پائی جاتی ہو تو اسے سننا بالاتفاق حرام ہے (۴) جائز اشعار بھی ساز و سرود کے ساتھ پڑھے جائیں تو موسیقی کے وجہ سے ناجائز ہوگا (۵) اسی طرح وہ اشعار جن میں ذاتی پسند و ناپسند کی بنیاد پر کسی کی مدح اور مذمت کی گئی ہو اور غلو اور مبالغہ آرائی سے لبریز ہو اور شاعرانہ تخیلات میں جھوٹ سچ کے قلابے ملائے گئے ہو اگر ساز و سرود کے بغیر بھی پڑھی جائیں تب بھی ناجائز ہیں (اسلام اور موسیقی مولانا مفتی محمد شفیعؒ ص ۲۸۷)

شعر محمود اور اسکے حدود و جواز:-

عن ابی مالک قال قال رسول اللہ ﷺ ان من الشعر حکمة: ترجمہ حضرت ابی ابن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بعض اشعار حکمت والے ہوتے ہیں (سنن ابی داؤد ص ۵۰۹)

عن عمرو بن الشرید عن ابیہ قال ردفت رسول اللہ ﷺ یوماً فقال هل معک من شعر امیہ بن الصلت شینا قلت نعم قال ہیہ فانشدته بیتاً فقال ہیہ ثم انشدته بیتاً فقال ہیہ حتی انشدته مائۃ بیت عمرو بن شرید سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار ہوا ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا پڑھ! میں نے ایک بیت پڑھی آپ ﷺ نے فرمایا: اور پڑھ یہاں تک کہ میں نے سو بیتیں پڑھیں۔ امام نوویؒ نے فرمایا ہے اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امیہ بن الصلت کے اشعار پسند فرمائے اور زیادہ پڑھنے کی خواہش کی حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے الشعر بمنزلۃ الکلام حسنہ کحسن الکلام و قبیحہ کقبیح الکلام شعر کلام کی طرح ہے اچھا شعر اچھی کلام کی طرح ہے اور برا شعر برے کلام کی طرح ہے (مسند احمد ۸۱/۲) خود حضور ﷺ حضرت حسان بن ثابتؓ کیلئے مسجد میں منبر رکھتے تھے جس پر وہ کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی بزرگی اور تعریف میں اشعار پڑھا کرتے تھے حضرت حسان بن ثابتؓ کے علاوہ اور بھی کئی حضرات تھے جو دعوت اسلامی کے شجرہ طیبہ کو اپنے خون جگر سے سیرجہ رہے تھے وہ جان و مال اور زبان کی قوت سے کفار و مشرکین کے مقابلہ میں پیش پیش تھے۔

حضور ﷺ خالص اسلامی شاعری کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے جو حقائق اور صداقتوں پر مبنی ہو اور اس طرف قرآنی نص بھی اشارہ کرتا ہے (قوله تعالى وذكروا لله كثيرا) اسلامؐ جوش پیدا کرنے والی نظمیں اور اسکی عصیت کو اٹھانے والے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی عظمت کا سکھ دلوں پر بٹھایا جا رہا ہو اور خوف الہی اور رجا کی مہر میں ذہنوں پر شبت کی جارہیں ہوں دین کے تقاضوں سے واقف کیا جا رہا ہوں اور دشمنان دین کے ناپاک عزائم کا جواب دیا جا رہا ہو (۲) عورت یا امرد کی آواز سے نہ ہو (۳) حکیمانہ مضامین اور وعظ و نصیحت پر مشتمل ہو پاکیزہ طریقہ اور حسن آواز سے جائز طور پر لذت یاب ہونے کی خاطر جبکہ اسکا مقصد کوئی اختلاف ہو و لعب اور ترک حدود نہ ہو تو اس قسم کی شاعری نہ صرف جائز اور محمود ہے بلکہ تبلیغ اسلام اور دعوت دین ہونے کی حیثیت سے ایک اہم ترین فریضہء حق کی ادائیگی ہے شاعر دربار نبوت سے لیکر مولانا رومؒ اور پھر اقبالؒ اور جوہر و اکبرؒ کی شاعری بھی اسی طبقہ میں آتی ہے (تفسیر ماجدی)

تفریق طبع کے لئے فرصت میں اچھی اشعار سنانا :-

تفریق طبع کیلئے اچھے اشعار جاز ہے۔ لیکن اس میں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ جس طرح عورت کو چاہئے کہ غیر محرم کے کان میں اسکی آواز نہ پڑے اسی طرح مرد کو چاہئے کہ خوش آوازی سے غیر عورتوں کے روبرو اشعار پڑھنے سے گریز کریں، اب عنوان کے حوالے سے حضور اکرم ﷺ کے دور کے چند نمونے نذر قارئین ہیں۔

حضور کے دور کی شعر و شاعری کے چند نمونے :-

(۱) حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر حضور اقدس ﷺ خندق سے مٹی خنقل کر رہے تھے آپ

کا پیٹ مبارک مٹی سے اٹا ہوا تھا اور زبان مبارک پر یہ شعر تھی

ولا تصدقنا ولا صلینا

والله لولا الله ما اهتدینا

و ثبت الاقدام ان لاقینا

فانزلن مسکینة علینا

اذا ارادوا لقتنا ابینا

ان لا ولی قد بغوا علینا

ترجمہ: اللہ کی قسم اگر اللہ کی ذات کی راہنمائی نہ ہوتی، تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے، نہ خیرات کرتے نہ نماز پڑھتے۔ اے اللہ ہم پر

سکینہ نازل فرما، اور کافروں سے جنگ میں ثابت قدم فرما۔ ان کافروں نے ہم پر چڑھائی کی ہے۔ اگر یہ لوگ ہمیں فتنوں میں مبتلا کرنے کریں گے تو ہم انکار کریں گے حضور اکرم ﷺ جب ان اشعار کے آخر پر پہنچے (ابینا) تو آواز بلند کر کے فرمایا (ابینا)

(۲) حضرت خوات مگرامتے ہیں کہ ہم حضرت عمر فاروقؓ کے ہمراہ ایک قافلہ میں حج کیلئے روانہ ہوئے جن میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ

بھی شامل تھے راستہ میں لوگوں نے فرمائش کی کہ اے خوات کچھ اشعار ترنم سے سناؤ میں نے اشعار سنائے کچھ لوگوں نے فرمائش کی کہ ضرار شاعر کے اشعار سناؤ، حضرت عمر فاروقؓ بولے خوات کو اپنے دل کی آرزو (اپنے اشعار) سنانے دو۔ چنانچہ میں ساری رات اشعار سنانا رہا۔

یہاں تک کہ صبح ہونے لگی تو حضرت عمرؓ بولے خوات! اب اپنی زبان روک لو کیوں کہ اب صبح ہو رہی ہے (کنز العمال ج ۵ ص ۲۳۸)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ قرآن وحدیث کے علوم میں طویل عرصہ منہمک رہتے، پھر تفریق طبع کیلئے اپنے ساتھیوں سے

فرماتے آؤ منہ کا ذائقہ تبدیل کریں، ان روایات سے معلوم ہوا کہ فرصت کے لمحات میں مثلاً سفر وغیرہ میں اگر اچھے اشعار کی ذریعہ

تفریق طبع حاصل کیا جائے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے کمافی الفتاویٰ الھمدیہ (قولہ: و منهم من قال بجواز التغنی للدفع

الوحشة اذا كان وحده ولا يكون على سبيل الله واليه مال شمس الائمة السرخسی انشاد ما هو مباح من الاشعار

لاباس به فتاویٰ ہندیہ ۳۵/۵) بلکہ تفریق کے لئے جاز سفر کی بھی گنجائش ہے (رفیق سراز حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ ص ۷۷)

بغرض تفریح موسیقی سنسانا :-

سب سے پہلے گانے کے تاریخی پس منظر بیان کیا جاتا ہے، اس کے بعد اس کی شرعی حیثیت تفصیلاً بیان کی جائے گی۔

ماضی میں غنا (گانا) کی جڑوں کو تلاش کرنے کیلئے ہمیں ماقبل کی تاریخ میں جانا پڑے گا کہ جب انسان نے اس فن کو اپنے حزن اور سرور پر مبنی احساسات کے بیان کا ذریعہ بنایا شروع میں یہ فن منظوم کلام کی صورت میں تھا جس سے سوار اپنی سوار یوں کو بہتر طور پر چلانے کے لئے، مسافر اپنے طویل سفر کی طوالت کا احساس اور تھکاوٹ دور کرنے کے لئے، کسان کھیتوں میں کام کرتے وقت اپنی تھکن کو اتارنے کی خاطر چرواہے اپنے گلہ کی راہنمائی کے لئے استعمال کیا کرتے تھے اس موقع پر اس فن کے استعمال میں لہو کا عنصر شامل نہیں تھا لیکن جب حکومتیں قائم ہوئیں اور امراء و حکام دنیا کی عیش و عشرت میں غرق ہو گئے تو فن کا ایک نیا دور شروع ہوا جو لہو و لعب کا تھا جب بیوت الغناء قائم ہوئے زندگی نے اپنا مقصد کھوتا شروع کر دیا اور وقت جیسا عظیم سرمایہ ضائع ہونے لگا پھر غناء آمدنی کا ایک ذریعہ بننا شروع ہوا یہاں تک کہ مغنیہ کینروں کی خرید و فروخت اور گانے کا فن ایک سود و تجارت اور ذریعہ آمدنی بن گیا حتیٰ کہ عام مجالس میں بھی غناء سے صرف لہو و لعب کے لئے استفادہ ہونے لگا۔

مورخین کے ہاں عالم لہو اور غناء کی دنیا سے متعلق خاص طور پر اموی اور عباسی دور کے خلافتوں میں غناء اور لہو پر مبنی بہت سارے واقعات ملتے ہیں ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن نے اپنی کتاب (تاریخ الاسلام) مجالس الطرب والغناء کے تحت لکھتے ہیں کہ غناء اور موسیقی ظہور اسلام سے پہلی عربوں کیلئے کوئی اجنبی موضوع نہیں تھا ان کا آنا جانا، قیصر و کسری کے محافل میں تھا جہاں پردہ غناء کی فن آوریوں کا مشاہدہ کرتے تھے اور خود ان کے معاشری میں بھی یہ فن رائج تھا جب دین اسلام ظہور پذیر ہوا تب بھی اہل عرب تلاوت قرآن اور اذان کی موقع پر اچھی آواز کے اثرات سے غافل نہیں تھے۔ اور یہ حالت اسی طرح خلفاء راشدین کے زمانہ تک قائم رہی جن کا اکثر وقت اسلام پھیلانے اور جہاد میں گذرایا یہاں تک کہ خلافت امویوں کے ہاتھ میں آگئی اس دور میں غزل کہنے والے شعراء نے بہت نام و نمود پیدا کیا، اس زمانے کے مشہور شعراء غزل میں ہمیں عمر بن ربیعہ اور قیس بن ضریر کے نام واضح نظر آتے ہیں۔ جن کے اشعار نے عام و خاص میں مقبولیت حاصل کی۔ اموی اور عباسی امراء نے اپنی مجالس کی نظام کو اہل فارس کے طور طریقوں کے مطابق ڈھالا۔ (تاریخ الاسلام ۱۰/۱۹۸۲، ۱۹۸۳) تحریبی تفریحات :-

جو تفریحات فرد، معاشرے یا دین اور اخلاق کے لئے مضر ہوں اسلام ان کی اجازت نہیں دیتا، چنانچہ تفریح طبع کیلئے کسی ذی روح کو تکلیف پہنچانا، بے بس انسانوں کو دردندوں کے سامنے ڈالنا، مرغ بازی قطعاً حرام ہے اسی طرح رقص و سرود غناء (موسیقی) بھی درحقیقت ان ہی تفریحات میں سے ہیں جو تحریبی ہیں اور فرد و معاشرے دونوں کیلئے سخت مضر ہیں اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے ٹکراؤ رکھتے ہیں (اسلام اور موسیقی ص ۵۲)

غناء اور موسیقی کی شرعی حیثیت :-

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله (سورہ لقمان: ۶) اور کوئی انسان ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی باتیں خریدتا ہے تاکہ اللہ کے راہ سے بے سمجھے جو دوسروں کو گمراہ کرے لہذا الحدیث سے عموماً غناء اور موسیقی سمجھی گئی ہے کما فی الروح وفي الاية عند الاكثرين ذم الغناء باعلی صوت (روح المعانی ۱۱/۶۸) حضرت عبد اللہ بن مسعود کا قسم :-

علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ یہاں بیان ہو رہا ہے ان بد بختوں کا جو کلام الہی کو سن کر نفع حاصل کرنے سے باز رہتے ہیں اور بجائے اس کے گانے بجانے، باجے گاجے، ڈھول تماشے سنتے ہیں چنانچہ اس کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں قسم اللہ کی ذات پر، اس سے مراد گانا اور راگ ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے تین دفعہ قسم کھا کر فرمایا کہ اس سے مقصد گانا اور راگ ہے یہی قول حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، جابر بن عبد اللہؓ، مجاہدؓ، عکرمہ سعید بن جبیرؓ وغیرہ کا ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ لغویات خریدنے سے مراد گانے والی لوٹ پوٹ کی خریداری ہے۔ چنانچہ ابن ابی حاتم میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ گانے والیوں کی خرید و فروخت حلال نہیں اور ان کی قیمت کا کھانا حرام ہے (ابن کثیر ج: ۴ ص ۱۸۸)

اسی طرح قرآن مجید کے ایک دوسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے والذین لا يشهدون الزور و اذا مروا باللغو مروا کراماً (الفرقان ۲) اور جو لوگ شامل نہیں ہوتے جھوٹے کام میں اور جب گزرتے ہیں کھیل کی باتوں پر نکل جائیں بزرگانہ (عثمانی) لغوی کی تعریف اور شرعی مفہوم :-

لغو کہتے ہیں ہر اس حرکت کو جو عبث، بے حاصل اور لالچنی ہو آخرت یا صرف دنیاوی اعتبار سے اللغو ما لا یغنیہ من قول او فعل (کشاف) اللغو هو الفعل الذی لا فائدة فیہ، (حصاص) زندگی بڑی قیمتی چیز اور اہم حقیقت ہے۔ مسلمان کی شان یہ نہیں کہ ایک لمحہ بھی کسی غیر مفید بات کی طرف توجہ کرے۔ سیر و تفریح، مشاغل نشاط، جس حد تک صحت جسم اور انبساط قلب کیلئے ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کا شمار لغو میں نہیں، لغو کا ادنیٰ درجہ مباح ہے مگر ترک اس کا اولیٰ ہے اور موجب مدح ہے۔ لغو کا اعلیٰ درجہ محصیت ہے اور اس کا ترک واجب ہے، امام رازیؒ نے فرمایا ہے کہ ہر لغو بات سے بچنے کا ذکر جو خشوع صلوٰۃ معاً بعد اور حکم زکوٰۃ سے قبل ہی لے آیا گیا ہے، اس کا راز یہ ہے کہ لغو بات سے اجتناب صلوٰۃ کی عین تکمیل کرنے والا ہے (تفسیر ماجدی ص ۶۹۵)

حضرت علامہ عبدالحی الکنوئیؒ نے لغو اور لہو میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں الفعل الاختیاری الصادر عن المکلف ان لم یترتب علیہ فائدة دینیة او دنیوی . فهو دائر بین العبث واللغو واللعب ولم یفرق بین هذه الثلاثة فی کتب اللغة والحق الفرق فالعبث هو الذی لیس فیہ لذة ولا فائدة واما الذی فیہ لذة بلا فائدة فهو لعب ومثله اللغو الا ان فیہ

زیاد حظ النفس بحيث يشغل به عما يهمه والكل حرام لانها لم تذكر في القرآن الا على طريق الذم (مجموعه رسائل ج ۲ ص ۲۶۶) بندہ کی وہ اختیاری فعل جس میں نہ دنیاوی فائدہ ہو نہ اخروی وہ یا عبث ہوگا یا لعب ولہو، جس فعل میں نہ لذت ہو اور نہ کوئی فائدہ وہ عبث ہے اور جس میں لذت ہو اور فائدہ نہ ہو وہ لعب ہے اور اگر وہ اصلی مقصد سے غافل کرنے والا ہو اور حظ نفس کی طرف رجحان ہو تو اس کو لہو کہتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ اور مجاہدؒ اور محمد بن الحنفیہؒ وغیرہ نے زور کی تفسیر غناء گانے بجانے کی ہے (ماجدی ص ۴۴۲)

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے (لہو الحدیث هو الغناء واشباہه)

یعنی اس سے مراد گانا اور اس کے مشابہ چیزیں ہے۔ گویا ہر بے کار اور غیر مفید مشغلہ اس کے تحت میں داخل ہے جو حق کی طرف سے غفلت، بے رغبتی، پیدا کرنے والا ہو۔

غزل، شوقیانہ شاعری، افسانہ نویسی، غزلیات، مضحکہ خیز گفتگو، مزاحیہ خاکے وغیرہ سب اسی میں داخل ہیں کما فی البیضاوی (اللہو ما یلہی عما یعنی کالاحادیث التي لا اصل لها والاساطیر التي لا اعتبار بها والمضاحک وفضول الکلام)

اور اس کی تائید آیت مذکورہ کی شان نزول سے ہوتی ہے کہ جاہلیت میں ایک شخص نصر بن حارث نامی تھا۔ آس پاس کے ملکوں کی سیاحت کرتا تھا وہاں سے جاہلی لٹریچر کی اعلیٰ درجہ کی کتابیں لاتا۔ ایران کے بہادرلوں کے افسانے، حیرہ کے بادشاہوں کے قصے پڑھ کر سناتا اور کہتا جی ان میں لگاؤ قرآن کے وعظ میں کیا رکھا ہے ہر اکوئی حسین چھو کر بھی رکھتا عملی دل بہلاوے کیلئے شراب و کباب کی ساتھ اس کی پیش کش بھی کرتا رہتا یہاں سے معلوم ہوا کہ وہ غزل اور شوقیانہ شاعری جس میں محبوبات اور حسیناؤں کا ذکر اور تذکرہ ہو اور اس میں شراب و کباب کی مستی اور مدح آرائی ہو اس کا سماع بھی ناجائز اور ممنوع ہے کما فی القرطبی قلت ومن الغناء ما ینتہی سماعه الى التحريم وذلك کالاشعار التي فیها صور المحسنات والخمر وغير ذلك مما یحرك الطباع ویخرجها عن حد الاعتدال او یشیر کما منا من حب اللہو۔ قرطبی ج ۱۳ ص ۵۴ سینما بینی اور فلم بینی شریعت کی نظر میں :-

سینما اور فلم سے وابستہ افراد فن کے نام پر تعفن اور ثقافت کے نام پر کثافت۔ اور کلچر کے نام پر لچر پن کو فروغ دے رہے ہیں یہ سارے خدا اور آخرت کی طرف سے غافل کرنے کے لئے گھڑ لئے گئے ہیں۔ اسی طرح تھیٹر، پکچر، گیلری وغیرہ نیز ادبیات اور شعر کا وہ بہت بڑا ذخیرہ جو آج آرٹ کے نام پر پرفکرانہ کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے یہ سب لہو باطل اور حرام اور ناجائز ہے اس لئے کہ سینما میں بہت سے باتیں غیر مشروع شامل ہیں مثلاً، گانا بجانا، غیر محرم صورتیں، رقص، عریاں مناظر۔ اور ان باتوں کے علاوہ اس کی مجموعی کیفیت لہو ولعب اور تہجہ جذبات شہوانیہ اس کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ ان وجوہ سے سینما دیکھنا جائز نہیں (کفایت المفتی ج: ۱۹/۸)

فوٹو گراف کا شرعی حکم :-

فوٹو گراف اگر صحیح غرض کے لئے استعمال کیا جائے اور اس کے ریکارڈ میں کوئی ناجائز چیز نہ بھر دی گئی ہو تو جائز ہے مگر اکثر اس کا استعمال لہو ولعب کے طور پر ہی کیا جاتا ہے۔ (کفایت المفتی ج: ۱۹/۸)

بائسکوپ اور سرکس کی شرعی حیثیت :-

بائسکوپ محض لہو و لعب ہے، سرکس میں آدمیوں اور جانوروں کے ورزشی کرتب دکھائے جاتے ہیں، بائسکوپ ناجائز اور سرکس اگر باجے وغیرہ منہیات سے خالی ہو تو مباح ہے (کفایت المفتی ج: ۸ ص ۱۹۶)

تنہائی میں دل بہلانے اور دفع وحشت کے لئے اشعار سننا اور پڑھنا :-

جو گانا محض دل بہلانے یا یہ اصطلاح فقہاء محض دفع وحشت کے لئے ہو اور اس میں کسی مجبوبات اور آمار کی مدح نہ ہو بلکہ اس میں بادوبہار برگ و گل اور آب روان کے حسن و جمال کو بیان کیا گیا ہو تو مباح ہیں اور محض شعر ہونے کی وجہ سے حرام نہیں البتہ یہ اشعار بھی جب موسیقی کے ساتھ گائے جائے تو ممنوع ہیں یہ اگرچہ مواضع و حکم سے پرہیز اور ممانعت کی وجہ موسیقی ہوگی نہ شعر گوئی جیسا کہ در مختار میں ہے التغنی لنفسه لدفع الوحشة لا بأس به عند العامة علی ما فی العناية وصححه العینی والیہ ذهب شمس الائمة السرخسی (روح المعانی ج ۱۱ ص ۶۸)

لیکن خود صاحب روح المعانی اس کے خلاف ہیں جیسا کہ وہ ارقام فرماتے ہیں (اما التغنی لنفسه بالاشعار لدفع الوحشة او فی الاعیاد والاعراس فاختلفوا فیہ والصواب منعه مطلقاً فی هذا الزمان (روح المعانی ج ۱۱ ص ۶۸)

شادی بیاہ کے مواقع پر اظہار فرح و مسرت کے لئے دف بجانا :-

دنیا کی ہر قوم میں شادی بیاہ کے مواقع پر خوشی و اقارب اور دوست و احباب کی طرف سے مسرت و خوشی کا اظہار ہوتا ہے اس میں کھانا پینا، ناچ گانے اور دوسری بہت سی لغویات شامل ہیں، اسلام نے خوشی کے اظہار کے ناپسندیدہ طریقوں کو ختم کیا، شادی میں سادگی کو رواج دیا، اسکی جائز حدود میں خوشی کے لئے منجائش رکھی گئی ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ اپنے نکاح کی تفصیل بیان کرتی ہے کہ میں لکڑی کے گھوڑے پر سوار اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں، میری والدہ ام رومان نے مجھے آواز دی مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کس لئے بلارہی ہیں، میں گھر گئی وہاں پر انصار کی کچھ عورتیں موجود تھیں۔ انھوں نے خیر و برکت اور خوش قسمتی کی دعائیں دیں، میری ماں کے کہنے پر انھوں نے میرا سر دھویا اور آراستہ و پیراستہ کیا، اتنے میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور مجھے آپ ﷺ کے حوالہ کر دیا گیا۔

شادی بیاہ کے مواقع پر عورتوں کا جمع ہونا :-

شادی بیاہ کے کاموں میں عورتوں کو مردوں سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اس کی رعایت کی ہے۔ امام نوویؒ نے اس سے بعض باتوں کا استدلال کیا ہے ایک یہ کہ دلہن کو پاک صاف اور شوہر کیلئے آراستہ کرنا مستحب ہے دوسرے یہ کہ اس مقصد کیلئے عورتوں کا جمع ہونا بھی مستحب ہے فرماتے ہیں کہ شریعت نے اعلان نکاح کا حکم دیا ہے، یہ اسی میں شامل ہے ان کے شرکت کا فائدہ یہ ہے کہ دلہن کی گھبراہٹ کو دور کرتی ہے اور اس کے اندر انس پیدا کرتی ہیں اور اسے شوہر سے ملاقات اور صحبت

کے آداب سے روشناس کراتی ہیں مسلم کتاب النکاح (بخاری) کتاب النکاح باب النسوة التي يهدين المرأة اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ شادی میں نغمہ اور دف بجانے کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے محمد بن حاطب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فصل ما بين الحلال والحرام الدف والصوت في النكاح (بخاری کتاب النکاح باب ذهاب النساء والصبيان الى العرس)

حدیث کا فشاء یہ ہے کہ نکاح پوشیدہ طریقہ سے نہیں بلکہ اعلانیہ ہونا چاہئے، اور درزردیک کے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ فلاں مرد اور عورت کے درمیان نکاح کا رشتہ قائم ہے۔ اسکی ایک صورت دف بجانا اور مباح شعر و نغمہ کا پڑھنا اور دولہا دلہن کو مبارک باد دینا اور خوشی کا اظہار کرنا بھی ہے کما فی الفقہ الاسلامی قولہ ولا باس با لغناء المباح او الغزل البری غیر المخصص فی العرس لما روی ابن ماجہ عن عائشة انها زوجت بتيمة رجلاً من الانصار وكانت عائشة فيمن اهداها الى زوجها قالت فلما رجعنا قال لنا رسول الله ﷺ ما قلتم يا عائشة؟ قالت سلمنا ودعونا بالبركة، ثم انصرفنا فقال: ان الانصار قوم فيهم غزل، الا قلتم، اتيناكم، اتيناكم، فحيا ناوحياكم (الفقه الاسلامی وادلته ج ۷/ص ۱۲۴) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص نکاح ہوا، دلہن کو میں نے رخصت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ کیا تمہارے پاس کھیل کود کا سامان نہیں تھا؟ انصار کو کھیل پسند ہے (تحفۃ الاحوذی ۱/۱۷۲)

تنبیہ:- دف بجانے کی مشروعیت کیلئے دو قسم کی شرائط ہیں

(۱) دف بجانے والے بالغات نہ ہو اس کے ساتھ مزامیر اور موسیقی نہ ہو۔ اور نہ عشقیہ مضامین پر مشتمل ہو جن سے جنسی توجہ پیدا ہو جائے کما فی المرقات قولہ فجعلت جویریات يضربن با الدف قبل تلك البنات لم یکن بالغات خد الشهوة وکان دفهن غیر مصحوب بالحلل اجل وفيه دليل على جواز ضرب الدف عند النكاح والزفاف للأعلان (مرقات ۱/۶ ص ۳۰)

شادی بیاہ کے موقع پر بعض اوقات جذبات پر قابو نہیں ہوتا غلط اور ناجائز باتوں کا بھی ارتکاب ہو جاتا ہے اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ مسرت اور خوشی کا اظہار حدود کے اندر ہونا چاہیئے، کسی حال میں بھی حدود سے تجاوز کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ ربیع بنت معوذ بن عمروؓ فرماتی ہیں کہ جس روز میری رخصتی ہو رہی تھی رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور جس فرش پر میں بیٹھی تھی اسی پر تشریف فرما ہوئے لڑکیاں دف کے ساتھ گا کر بدر کے ہمارے شہداء کا ذکر کرنے لگیں، اسی میں ایک لڑکی نے کہا وینا یعلم ما فی غد ہمارے درمیان ایسے نبی موجود ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں، آپ نے فرمایا اسے ختم کر دو وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں (صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح)

بغرض تفریح قوالی کی محافل اور مجالس آرائی کا شرعی حکم :-

جوگانا لوگوں کے سنانے کے لئے جشن عید وغیرہ کے علاوہ خصوصاً جو قوالی کی محفلیں مسجدوں اور خانقاہوں میں مجمع فساد کے ساتھ ہوا کرتی ہیں اور جنہیں عبادت سمجھ کر گائی جاتی ہے وہ تو زیادہ قابل ملامت ہیں۔

وصاحب الهدایة والذخيرة سمیاء کبيرة هذا فی التغنی للناس فی غیر الاعیاد والاعراس ویدخل فیہ تغنی صوفیة زماننا فی المساجد والدعوات بالاشعار والاذکار مع اختلاط اهل الاهواء والمرد بل هذا اشد من کل تغن

لانه مع اعتقاد العبادة (روح المعانی ج ۱۱ ص ۶۹) اور تفسیر قرطبی میں ہے فاما بتدعه الصوفیة اليوم من الادمان على سماع المغانی بالآلات المطربة من الشباب والطار والمعارف والاورار فحرام (قرطبی ۱۲ ص ۳۸)

بلکہ اس توجہ و ترقص کا شمار تو علامات زندقہ میں سے کیا گیا ہے اور اس کا جائز سمجھنا حدود و کفر میں داخل ہو جاتا ہے جیسا کہ روح المعانی میں ہے قوله واماما ابتدعة الصوفیة فی ذالک فمن قبل ما لا يختلف فی تحریمه لکن النفوس الشهوانیة غلبت علی كثير ممن ینسب الی الخیر حتی لقد ظهرت فی كثير منهم فعلاات المجانین والصبیان حتی رقصوا بحركات متتابعة ونقططیعات متلاحقة وانتهی التواقع منهم بقوم الی ان جعلوها من باب القرب وصالح الاعمال وان ذالک یشمر سئی الاحوال وهذا علی التحقیق من آثار الزندقة (روح المعانی ج ۱۱ ص ۷۲، ۷۱)

اسلامی تہواریں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر اظہار تفریح :-

کسی بھی قوم کے تہوار اس کی تہذیب، معاشرت اور عقائد و افکار کا ترجمان ہوتے ہیں، ان تہواروں میں پورے قوم اجتماعی طور پر خوشی مناتی اور اپنے جذبات کا اظہار کرتی ہے، ایرانیوں کے دواہم تہوار، نوروز اور مہر جان تھے ان کے زیر اثر مدینہ میں بھی یہ تہوار منائے جاتے تھے اسلامی نقطہ نظر سے یہ تہوار غلط تھے مسلمان انہیں نہیں مناسکتے تھے جیسا کہ حاشیہ طحاوی میں ہے النیروز الذی کان اصلہ نوروز معناه اليوم الجديد فهو بمعنى الجديد وروز بمعنى اليوم وهو يوم فی طرف الربیع وهو اليوم الذی تحل فیہ الشمس برج الحمل والمہرجان معرب مہرگان وهو يوم فی طرف الخریف لان فیہ تعظیم ایام نہینا عن تعظیمہما المراد منه اول يوم حلول الشمس فی المیزان وهذا اليوم والذی قبلہ عیدان للفرس (طحاوی ص ۵۲۹)

اسلئے انہیں تبدیل کر دیا گیا اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ مسلمانوں کے تہوار قرار پائے حضرت آنس بن مالکؓ فرماتے ہیں کان لاهل الجاہلیۃ یومان فی کل سنة یلعبون فیہما فلما قدم النبی ﷺ المدینۃ قال کان لکم یومان تلعبون فیہما وقد ابدلکم اللہ بہما خیراً منہما یوم الفطر ویوم الاضحیٰ (بخاری کتاب العیدین باب سنة العیدین لاهل الاسلام اہل جاہلیت کے سال میں دو دن تھے جن میں وہ کھیل کود کیا کرتے (اور خوشی مناتے تھے)، رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو فرمایا کہ تمہارے دو دن ایسے تھے جن میں تم کھیل کود کر خوشی مناتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے عوض ان سے بہتر دو دن تمہیں عطا کئے ہیں وہ ہیں یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ، جاہلیت کے تہواروں میں کھیل کود کے ذریعہ بھی خوشی کا اظہار ہوتا تھا اس میں کوئی قباحت نہیں تھی اس لئے اس کی گنجائش رکھی گئی احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عید کا دن تھا کہ انصار کی کچھ لڑکیاں میرے پاس بیٹھی دف بجا کر گارہی تھیں وہ باقاعدہ مغنیات نہیں تھیں بس خوش الحانی سے پڑ رہی تھیں اور جنگ بعاث میں انصار کے کارنامے بیان کر رہی تھیں، اتنے میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں شیطان کی آواز؟ اس وقت حضور ﷺ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے فرمایا ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے یہ ہماری عید کا دن ہے انہیں خوشی کا اظہار کرنے دو۔

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے ولا باس بضرب الدف یوم العید کذا فی خزائن المفتیین / ہندیہ ج ۵ ص ۳۲۴

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ عید کے دن حبشہ کے لوگ مسجد میں نيزوں اور بھالوں کے ذریعہ کھیل کا مظاہرہ کر رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے اسے میں نے درخواست کی یا آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم یہ کھیل دیکھو گی؟ میں نے کہا ہاں! آپ نے مجھے اپنے پیچھے اس طرح کھڑا کر لیا کہ میرا رخسار آپ ﷺ کی رخسار مبارک سے لگا ہوا تھا۔ جب میں تھک گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا جی بھر گیا؟ میں نے عرض کیا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تو جاؤ

ابن حبان کی روایت میں ہے لما قدم وفد الحبشة قاموا يلعبون في المسجد جب حبشہ کا وفد آیا تو یہ لوگ مسجد میں کھیل کود کا مظاہرہ کرنے لگے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حبشہ کے لوگ عموماً کھیل کا مظاہرہ کیا کرتے تھے (فتح الباری ج ۲ ص ۴۳۳)

ایک اور روایت میں ہے لما قدم رسول الله ﷺ المدينة لعبة الحبشة لقدومه فرحا بذلك لعبوا بحرأبهم جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حبشہ کے لوگوں نے اس خوشی میں کھیل کا مظاہرہ کیا انہوں نے اپنے نيزوں سے اس کا مظاہرہ کیا حضرت عمرؓ نے مسجد میں کھیل کود کا مظاہرہ کرنے والوں کو اس سے منع کرنے کیلئے ان پر کنکریاں پھینکیں آپ نے فرمایا دعہم یا عمر یعنی انھیں کھیل جاری رکھنے دو منع مت کرو۔

اوپر کی روایت میں ہے کہ آپ نے حبشیوں کی ہمت افزائی کرتے ہوئے فرمایا دو نکم یا بنی ارفدہ اے بنی ارفدہ (حبش کے لوگوں کا لقب ہے) اسے جاری رکھو (بخاری کتاب العیدین باب الحراب والدرق یوم العید)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا (لتعلم اليهود ان فی دیننا فسحة انی بعثت بحنفیة سمحاء/ فتح الباری ج ۳/ ص ۴۴۴) یہود کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے دین میں وسعت ہے اور یہ کہ اللہ نے مجھے دین حنیف دے کر بھیجا ہے جس میں آسانی اور سہولت ہے، مطلب یہ ہے کہ جو خشکی یہود کے ہاں ہے اس سے دین حنیف کا مزاج میل نہیں کھاتا اسوقعہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حبشیوں نے اپنے فن کا مظاہرہ مسجد جیسی مقدس جگہ میں کیا۔

ویلنگٹن ڈے اظہار تفریح یا یوم اوباشی :-

مغربی ذرائع ابلاغ کی تعلیمات و ہدایات کے زیر اثر ہمارے ہاں تو اتر سے طبقہ اشراف سے تعلق رکھنے والا ایک جنونی گروہ پروان چڑھ رہا ہے جس نے تہذیب مغرب کی بھڑکائی کوئی اپنا ایمان بنا رکھا ہے اپنے آپ کو ماڈرن سمجھنے اور دکھانے کا انہوں نے واحد اسلوب ہی یہ سمجھ رکھا ہے کہ اہل مغرب سال بھر میں جو تقریبات منائیں، ان کے قدم بہ قدم بلند سانس بہ سانس اس شانغلانہ ہنگامہ آرائی میں دیوانہ وار شامل ہو جائیں۔ انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ آخر مغربی تہواروں کا پس منظر کیا ہے؟ ان کیلئے تو بس یہی امر کافی ہے کہ وہ (سی این این) یا کسی اور ذرائع ابلاغ پر ایک جھلک دیکھ لیں یا معمولی سی خبریں لیں کہ فلاں تاریخ کو مغرب کی جدید جوان نسل کوئی تہوار منا رہی ہے۔ اس جدیدیت گزیدہ طبقہ کو کوئی نہ کوئی تہوار منانے کا کوئی بہانہ چاہئے، نہ یہ ہندوؤں کے دیوالی، ہولی اور بسنت کے تہواروں کو معاف کرتے ہیں، نہ عیسائیوں کے کرسمس یا دیگر تہواروں میں شریک ہونے میں کوئی عیب سمجھتے ہیں۔ بظاہر یہ مسلمانوں کی اولاد ہیں لیکن مسلمانوں کے اصل تہوار

(عیدین) کے موقعوں پر ان کے جذبات میں کوئی خاطر خواہ تحریک ہوتی ہے نہ انہیں منانے میں کوئی لطف آتا ہے۔ بلکہ ان اسلامی تہواروں کو تو وہ عامی مسلمانوں کا ہی تہوار سمجھتے ہیں جن میں شریک ہونا ان کی کھوکھلی اشرافیت اور سطحی جدیدیت کے تقاضوں کے منافی سمجھا جاتا ہے۔ ان شریف زادوں کے روشن دماغ میں یہ سوال کبھی نہیں ابھرتا کہ گلوبل کلچر میں ان کی شرکت یکطرفہ اور غلامانہ کیوں ہے تقریبات منانے کے شغل کو یہ وسعت ظرفی اور روشن خیالی سمجھتے ہیں۔ مظلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے ممدوح اہل مغرب سے بھی بڑھ کر وسیع المشراب اور روشن خیال ہیں کیونکہ انہوں نے تو کبھی مسلمانوں کے تہواروں میں اس جوش و خروش سے حصہ نہیں لیا۔

جس ویلفائن ڈے کو منانا کر ہمارے بعض (محبت کے متوالے) ہلکان ہوتے رہے ہیں وہ (تقریب شریف) تو اہل مغرب کیلئے بھی بدعت جدید کا درجہ رکھتی ہیں۔ ماضی میں یورپ میں بھی اس کو منانے والے نہ ہونے کے برابر تھے۔ اس دن کے متعلق مغربی ذرائع ابلاغ بھی اس قدر حساس نہیں تھے اگر کوئی بہت اہم یا ہرلعزیز تہوار ہوتا تو انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا میں اس کا ذکر محض چند سطور پر مبنی نہ ہوتا جہاں معمولی معمولی واقعات کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا میں سینٹ ویلفائن کے متعلق چند سطریں تعارف کے بعد ویلفائن ڈے کے متعلق تذکرہ محض ان الفاظ میں ملتا ہے (سینٹ ویلفائن ڈے کو آجکل جس طرح عاشقوں کے تہوار کے طور پر منایا جاتا ہے یا ویلفائن کارڈز بھیجنے کے جوئے روایت چل نکلی ہے، اسکا سینٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق یا تو رومیوں کے دیوتا اور پرکالیا کے حوالے سے 15 پندرہ فروری کو منائے جانے والے تہوار بار آوری پرندوں کے ایام اختلاط سے ہے۔

گویا اس مستند حوالہ کی کتاب کے مطابق اس دن کو سینٹ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ بعض رومانیت پسند ادیبوں نے جدت طرازی فرماتے ہوئے اس کو خواہ مخواہ سینٹ ویلفائن کے سر قہو پ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ نے ماضی میں کبھی بھی اس تہوار کو قومی یا ثقافتی تہوار کے طور پر قبول نہیں کیا البتہ آج کے یورپ کے روایت شکن جنونیوں کا معاملہ الگ ہے۔

ایک اور انسائیکلو پیڈیا (بک آف نالج) میں اس دن کے بارے میں نسبتاً زیادہ تفصیلات ملتی ہیں مگر وہ بھی تہائی صفحہ سے زیادہ نہیں ہیں اس کی پہلی سطر رومان انگیز ہے۔ ۱۴ فروری محبوبوں کے لئے خاص دن ہے اس کے بعد وہی پرندوں کے اختلاط کا ملتا جلتا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے (ایک وقت تھا کہ اسے سال کا وہ وقت خیال کیا جاتا تھا جب پرندے صنف مواصلت کا آغاز کرتے ہیں اور محبت کا دیوتا نوجوان مردوں اور عورتوں کے دلوں پر تیر برسا کر انہیں چھلنی کرتا ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے تھے کہ انکے مستقبل کی خوشیاں ویلفائن کے تہوار سے وابستہ ہیں اس انسائیکلو پیڈیا میں ویلفائن ڈے کا تاریخی پس منظر یوں بیان کیا گیا ہے ویلفائن ڈے کے بارے میں یقین کیا جاتا ہے کہ اس کا آغاز رومی تہوار لو پرکالیا کی صورت میں ہوا۔ قدیم رومی مرد اس موقع پر اپنی دوست لڑکیوں کی تصاویر اپنی فیصوں کی آستینوں پر لگا کر چلتے تھے بعض اوقات یہ جوڑے تحائف کا تبادلہ بھی کرتے تھے بعد میں جب اس تہوار کو سینٹ ویلفائن کے نام سے منایا جانے لگا تو اس کی بعض روایات کو برقرار رکھا گیا۔ اسے ہر اس فرد کے لئے اہم دن سمجھا جانے لگا جو رفیق یا رفیقہ حیات کی تلاش میں تھا۔

سترہویں صدی کی پرامید دوشیزہ سے پہ بات منسوب ہے کہ ماس نے ویلفنگن والی شام کو سونے سے پہلے اپنے عینکے کے ساتھ پانچ پتے ٹانگے۔ اس کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے وہ خواب میں اپنے ہونے والے خاوند کو دیکھ سے گی۔ بعد ازاں لوگوں نے تحائف کی جگہ ویلفنگن کارڈز کا سلسلہ شروع کیا۔

اس دن کے پس منظر میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تیسری صدی عیسوی میں ویلفنگن نام کے ایک پادری تھے جو ایک راہبہ کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہوئے۔ چونکہ عیسائیت میں راہبوں اور راہبات کے لئے نکاح ممنوع تھا اس لئے ایک دن ویلفنگن صاحب نے اپنی معشوقہ کی تلقینی کیلئے اسے بتایا کہ اسے خواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ ۴۲ فروری کا دن ایسا ہے کہ آسمیں اگر کوئی راہب یا راہبہ صغنی ملاپ بھی کر لیں تو اسے گناہ نہیں سمجھا جائے گا۔ راہبہ نے ان پر یقین کیا اور دونوں جوش عشق میں سب کچھ کر گزرے۔

کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اڑانے پر ان کا وہی حشر ہوا جو عموماً ہوا کرتا ہے یعنی انہیں قتل کر دیا گیا۔ بعد میں کچھ منجھلوں نے ویلفنگن صاحب کو (شہید محبت) کے درجہ پر فائز کرتے ہوئے انکی یاد میں یہ دن منانا شروع کر دیا چرچ نے ان خرافات کی ہمیشہ مذمت کی اور اس کو جنسی بے راہ روی کی تبلیغ پر مبنی قرار دیا یہی وجہ ہے کہ گذشتہ سال بھی عیسائی پادریوں نے اس دن کی مذمت میں سخت بیانات دیئے۔ بنگاک میں تو ایک عیسائی پادری نے بعض افراد کو لے کر ایسی دکان کو نذر آتش کر دیا جس پر ویلفنگن کارڈ فروخت ہو رہے تھے۔

آجکل یورپ و امریکہ میں ویلفنگن ڈے کیسے منایا جاتا ہے اور اس کے منانے والے دراصل کون ہیں؟ اس کی تفصیلات جاننے کے بعد اس دن کو محض یوم محبت سمجھنا درست نہیں ہے۔ یہ تہوار ہر اعتبار سے یوم ادب یا یوم اباحت کی صورت اختیار کر چکا ہے مغرب میں محبت کا تصور و مفہوم یکسر مختلف ہے جس جذبے کو وہاں محبت کا نام دیا جاتا ہے، وہ درحقیقت بوالہوسی ہے مغرب کے تہذیبی اہداف میں جنسی ہوس ناکی اور جنسی باؤلے پن کی تسکین کی خاطر مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کو بھرپور ہوا دیتا ہے۔ اس معاشرے میں عشق و فتن میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا ہے۔ مرد و زن کی باہمی رضامندی ہر طرح کی شہوت رانی اور زنا کاری وہاں (محبت) ہی کہلاتی ہے۔ اسی طرح ویلفنگن ڈی منانے والوں کی جانب سے (محبت) کا لفظ جنسی بے راہ روی کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے (ماہنامہ محدث ج ۳۲ ش ۳ مارچ)

قدیم رومی کچھرموں یا جدید مغرب کا اسلوب جنسی پرستی ہوں۔ ان کا ہماری مذہبی تعلیمات تو ایک طرف، مشرقی کچھر سے بھی دور کا واسطہ نہیں ہے۔ قدیم روم میں اس تہوار کو (خاوند کا شکار) سمجھا جاتا تھا۔ ہمارے ہاں کسی عورت کے لئے مارکیٹ میں خاوند کی تلاش میں نکل کھڑے ہونا بے جنتی اور بے غیرتی کی بات سمجھی جاتی ہے۔ ہمارے خاندانی نظام میں عورت کو جو احترام حاصل ہے اس کے پیش نظر اس کی شادی بیاہ کا اہتمام اس کے خاندان کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے ویلفنگن ڈے ہر اعتبار سے یوم ادب یا یوم اس کا اصل مقصد مرد و عورت کے درمیان ناجائز تعلقات کو فروغ دیتا ہے جو شرعاً ناجائز ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ والذین لا یشہدون الزور الزور سے مراد ناجائز جمع میں حاضری بھی لے لی گئی ہے جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے (یدخل فیہ اعیاد المشرکین و محامع الفساق) (ج ۲۳ ص ۲۸۵)